میں آزادانہ حصہ لے مگر ہمارے حکمراں مغرب سے کئی قدم آگے بڑھ کر ریاستی جبر کی طاقت سے عورت اور مرد کو ایک دوسرے کے مد مقابل لا کر مقابلے کی کیفیت پیدا کر کے معاشرے سے اخلاقی اقدار کو رخصت کرنا چاہتے ہیں' عورتوں کو گھروں سے جبراً نکال کر ترغیب و تحریص کے تحت اپنے جال میں گرفتار کر کے انہیں مردوں کے شانہ بشانہ لانے کا بنیادی مقصد گاؤں اور تحصیل کی سطح پر آج بھی موجودہ مضبوط خاندانی نظام کو تہہ و بالا کرنا ہے جس کے نتیجے میں مغربی تہذیب کو غلبہ حاصل ہو' عالمگیریت (گلوبلائزیشن) کے بعد مقامیت (لوکلائزیشن" کے حوالے سے مغربی تہذیب کا زبردست ہتھیار سمجھتا ہے' اس سلسلے میں ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری اور علی محمد رضوی' کے مضامین معلومات کے نئے دریچے وا کرتے ہیں۔ ان مضامین سے صورت حال کا ایک ایسا رخ سامنے آئے گا جو ابھی تک خاص و عام لوگوں سے مخفی ہے۔

ضلعی حکومتوں کا عالمی استعماری منصوبہ

علی محمد رضوی

اس مضمون میں ہم گلوبلائزیشن اور لوکلائزیشن کے استعماری منصوبوں کو اس طرح سمجھنے کی کوشش کریں گے کہ پاکستانی ریاست کو تباہ کرنے کی استعماری کوششیں ہم پر واضح ہو سکیں۔ آخر میں ہم استعمار کے ان منصوبوں کا مقابلہ کرنے کے لیے چند تجاویز بھی پیش کریں گے۔

استعمار کا منصوبہ کیا ہے؟

اکیسویں صدی کا مغربی استعمار چاہتا ہے کہ قومی ریاستیں کمزور ہوں۔ قومی ریاست کو کمزور کرنا استعمار کے معاشی اور دفاعی استحکام کے لیے ضروری ہے۔ یہ حکمت عملی بیسویں صدی کی استعماری حکمت عملی سے مختلف ہے۔ بیسویں صدی میں استعمار نے تیسری دنیا میں مضبوط ریاستوں کے قیام کو برداشت ضرور کیا تھا۔ آج استعمار مضبوط قومی ریاستوں کو برداشت نہیں کر سکتا اس کی معاشی وجہ یہ ہے کہ سرمایہ داری کے لیے سرمایہ کا بلا روک ٹوک بہاؤ آج انتہائی اہم ہو چکا ہے۔ مضبوط ریاست سرمایہ کے اس بہاؤ پر روک ٹوک عائد کر سکتی ہے۔ اس قسم کی پابندیاں سرمایہ داری نظام کی بلند و بالا عمارت کو انتہائی آسانی کے ساتھ زمین بوس کر سکتی ہیں۔ اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ آج مغربی ممالک میں نوجوانوں کی تعداد انتہائی کم ہو چکی ہے۔ آج مغربی آدرشوں کے لیے جان دینے والا کوئی نہیں رہا ہے۔ ایسے میں مغرب لمبی زمینی جنگیں لڑنے کے لیے نا اہل ہوتا جا رہا ہے۔ مضبوط قومی ریاستوں کا وجود مغرب کے لیے دفاعی خطرہ بن چکا ہے۔ ان ہی دونوں وجوہات کی بنیاد پر آج کا استعمار مضبوط قومی ریاستوں سے خائف ہے اور انہیں کمزور کرنا چاہتا ہے۔ موجودہ دور میں کسی بھی ریاست کی قوت کے دو سرچشمے ہوتے ہیں۔ (۱) اعلیٰ سیاست (۲) ادنیٰ سیاست

۱۔ اعلیٰ سیاست (HIGH POLITICS) یعنی اعلیٰ سیاست سے مراد ہے ریاست کا اندرونی و بیرونی معاملات' تعلقات کی ہر سطح پر مکمل کنٹرول ہے۔ دراصل سیاست علیا کا مطلب ہے کسی بھی ملک کی خارجہ پالیسی' معاشی پالیسی اور دفاعی پالیسی ہے۔ کوئی بھی ریاست اسی حد تک قوی یا کمزور ہوتی ہے جس حد تک وہ اپنی خارجہ پالیسی' معاشی پالیسی اور دفاعی پالیسی کو مشکل کرنے' چلانے اور ان کو عملی جامہ پہنانے میں آزاد ہوتی ہے۔

۲۔ ادنیٰ سیاست (LOW PALITICS) پر ریاست کا مکمل کنٹرول۔ سیاست ادنیٰ میں وہ تمام خدمات شامل ہیں جو تمام جدید ریاستیں کچھ عرصہ قبل تک اپنے عوام کو فراہم کرنا اپنے مقصد وجود کا حصہ سمجھتی تھیں۔ ان خدمات میں بجلی و پانی کی فراہمی سے لے کر سڑکوں کی تعمیر تک تمام خدمات شامل ہیں۔ ریاست ان خدمات کی فراہمی منافع کے حصول کے لیے اور مارکیٹ کے نقطہ نظر سے نہیں کرتی ہے بلکہ اس کو بنیادی ذمہ داری اور بنیادی خدمت سمجھ کر بجا لاتی ہے۔ کسی بھی ریاست کو (موجودہ دور میں) اپنے عوام پر کنٹرول اور ان کی تابعداری اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب تک وہ یہ خدمات اپنے عوام کو فراہم کرتی رہتی ہے۔ اگر کسی ریاست سے یہ بنیادی خدمات فراہم کرنے کی ذمہ داری چھین لی جائے تو اس ریاست کا اپنے عوام پر کنٹرول اور ان کی تابعداری کا حصول ناممکن ہو جائے گا۔

موجودہ ریاست کی طاقت اور کمزوری کے جو دو بنیادی اصول ہم نے اوپر بیان کیے ہیں ان کا تعلق ریاست کے وظائف سے ہے۔ اب اگر ساختی اور ہیئتی نقطہ نظر سے دیکھیں تو موجودہ دور میں وہی ریاستیں مضبوط اور طاقتور ریاستیں ہوں گی جو جغرافیائی لحاظ سے وسیع ہوں' آبادی کے اعتبار سے گنجان اور پھلتی پھولتی ہوں۔ آبادی کے لحاظ سے اور جغرافیائی لحاظ سے چھوٹے ممالک موجودہ دور میں کمزور ممالک ہوں گے اور وہ بیرونی معاشی اور دفاعی مخالفین کے آگے بے بس ہوں گے۔ مندرجہ بالا تمہید کے نتیجہ میں اب ہم اس مقام پر پہنچ چکے ہیں کہ استعمار کے ان منصوبوں کو کوئی نام دے سکیں۔ استعمار کے مندرجہ ذیل تین منصوبے ہیں۔

(الف) گلوبلائزیشن (ب) لوکلائزیشن (ج) شہری حکومتوں کا قیام

(الف گلوبلائزیشن کیا ہے؟

گلوبلائزیشن کا مقصد یہ ہے کہ مرکزی ریاست سیاست علیا HIGH POLITICS سے دستبردار ہو جائے۔ مثلاً" اگر پاکستان کے تناظر میں اس بات کو سمجھنے کی کوشش کی جائے تو گلوبلائزیشن کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ پاکستانی ریاست خارجہ پالیسی' معاشی پالیسی اور دفاعی پالیسی کی تشکیل کے اپنے حق سے دستبردار ہو جائے اور ان ذمہ داریوں کو امریکی استعمار اور اس کی گماشتہ آلہ کار تنظیموں' منصوبوں اور معاہدوں مثلاً" ورلڈ بینک' آئی ایم ایف' ڈبلیو ٹی او' سی ٹی بی ٹی وغیرہ کو منتقل کر دے۔

ظاہر ہے کہ خارجہ پالیسی' معاشی پالیسی اور دفاعی پالیسی کی تشکیل کے وظائف استعمار کو منتقل کر دینے کے بعد پاکستانی ریاست ایک مجبور' لاچار اور لاغر بے بس ریاست رہ جائے گی جو استعمار کے کسی بھی منصوبہ کی مخالفت کرنے کے قابل نہیں رہے گی۔ پاکستان انہیں معنوں میں استعمار کی باج گزار اور محتاج ریاست بن جائے گی جن معنوں میں آج خلیج کی ریاستیں استعمار کی باج گزار اور محتاج ریاستیں بن چکی ہیں۔

(ب) لوکلائزیشن کیا ہے؟

لوکلائزیشن کا مطلب یہ ہے کہ مرکزی ریاست خدمات کی فراہمی کے عمل سے دستبردار ہو جائے اور اس کی ذمہ داری ضلعی اور تحصیل کی سطح کی مقامی حکومتوں کو منتقل کر دی جائے۔ ان مقامی حکومتوں کو چلانے کی ذمہ داری محض منتخب نمائندوں کی نہ ہو بلکہ ورلڈ بینک کی ڈیویلپمنٹ رپورٹ برائے ۲۰۰۰ء کے مطابق اس میں "پرائیویٹ سیکٹر' این جی اوز اور سول سوسائٹی کے دوسرے عناصر (مثلاً" سیکولر مفکرین' مدبرین اور ماہرین حضرات) کو بھی شامل ہونا چاہیے۔ اسی لیے جنرل مشرف کے پروگرام میں عورتوں اور غیر مسلموں کے لیے مخصوص نشستیں اتنی بڑی تعداد میں رکھی گئی ہیں۔ دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ مقامی حکومتیں ان خدمات کو بطور خدمت کے انجام نہ دیں بلکہ منافع کے حصول کے لیے دیں۔ مقامی حکومتیں منافع کے حصول کے لیے کمپنیاں بن جائیں جن کا مقصد شہریوں کو بنیادی سہولتیں نفع نقصان کے اصول سے بالاتر ہو کر دینا نہ ہو بلکہ زیادہ سے زیادہ منافع کا حصول ہو۔ مقامی حکومتیں اپنے شیئرز اور بانڈ دوسری کمپنیوں کی طرح مارکیٹ میں بیچنے کے لیے پیش کریں گی۔ خدمات کے سارے نظام کو پرائیویٹائز کیا جائے گا اور اس کی بڑے خریدار ملٹی نیشنل کمپنیاں ہوں گی۔ اس کی مثال جکارتہ میں ہمارے سامنے آئی ہے جہاں فراہمی آب کا سارا نظام ایک ملٹی نیشنل کمپنی نے خریدا ہوا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اختیارات مرکزی حکومت سے فی الواقع مقامی ضلعی حکومتوں کو منتقل نہیں ہوتے ہیں بلکہ اصل اختیارات ملٹی نیشنل کمپنیوں کو اور بین الاقوامی بینکوں کو منتقل ہوتے ہیں۔ انہی معنوں میں ہم کہتے ہیں کہ گلوبلائزیشن اور لوکلائزیشن ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں کیونکہ دونوں اعمال کے ذریعے اصل اختیارات مرکزی ریاست سے استعمار کو منتقل ہوتے ہیں۔

(۳) شہری حکومتوں کا قیام

گلوبلائزیشن اور لوکلائزیشن کا حتمی ہدف سنگاپور اور ہانگ کانگ کے طرز کی شہری حکومتوں کا قیام ہے۔ سنگاپور' ہانگ کانگ' پانامہ' مکاؤ' کوسٹاریکا جیسے علاقے شہری ریاستوں / حکومتوں کی حقیقت واضح کرتے ہیں۔ یہ تمام شہری مقامی حکومتیں عالمی سرمایہ داری کی تابع مہمل ہوتی ہیں اور اعلیٰ سیاست یعنی خارجہ پالیسی دفاعی پالیسی اور عمومی معاشی پالیسی کے مسائل سے ان حکومتوں کے قیام کے ساتھ ہی ان کی ریاستوں اور ان کے شہریوں سے کوئی دلچسپی نہیں رہتی ہے۔ یہ شہری ریاستی حکومتیں کم اور منافع کے حصول میں تگ و دو کرنے والی کمپنیاں زیادہ ہوتی ہیں اور ان کے شہری شہری کم اور خریدار زیادہ ہوتے ہیں۔ کراچی' لاہور' حیدر آباد' پشاور کو مضبوط پاکستان کا دل و جگر نہیں ہونا چاہیے جو جہاد کشمیر' جہاد افغانستان اور استعمار کے خلاف جدوجہد کے لیے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن سکیں بلکہ ان کو ایسی کمپنیوں کا روپ دھارنا چاہیے جو سرمایہ داری کے شیطانی کھیل کا ایک حصہ ہوں۔ شہری حکومتوں کے قیام کے لیے ضروری نہیں ہے کہ ملکوں کو توڑا جائے (گو کہ یہ بھی ایک صورت ہے) بلکہ اختیارات عالمی اداروں اور مقامی سطح پر اس طرح منتقل کیے جائیں گے کہ مرکزی ریاست صرف نام کی ریاست رہ جائے گی جس کا واحد مقصد عالمی اداروں کی پالیسیوں کا نفاذ رہ جائے گا۔

طریقہ کار

گلوبلائزیشن' لوکلائزیشن اور شہری حکومتوں کے قیام کے اس استعماری منصوبے کو سمجھنے کے بعد اب موقع ہے کہ ہم یہ دیکھیں کہ اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے کیا ذرائع ہیں۔ ذیل میں ہم مختصراً" ان عملی اقدامات کو ترتیب وار بیان کریں گے جو استعمار اور اس کے ذیلی ادارے ہماری ریاستوں کو کمزور کرنے کے لیے ہم پر مسلط کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

☆ استعمار اور اس کے گماشتے یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس کے یہ استعماری منصوبے اس وقت تک شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتے جب تک حرص و حسد ہمارے معاشرے میں قابل قبول نہ بن جائیں۔ حرص و حسد کو عام کرنے کا سب سے اہم ذریعہ حقوق انسانی ہیں۔ حقوق انسانی کے ذریعہ ان اجتماعی اداروں' صف بندیوں اور برادریوں کو منتشر کیا جاتا ہے جو روایتی طور پر ہمارے معاشروں میں حرص و حسد کے فروغ میں حائل رہی ہیں اور جو ہمارے معاشروں میں قربانی' ایثار اور وفا کا سرچشمہ ہے۔ خاندان کے تباہ ہونے کے نتیجہ میں ہر فرد معاشرہ میں یکا و تنہا رہ جاتا ہے۔ ایسا شخص حرص و حسد کے جال میں با آسانی پھنس جاتا ہے۔ ایسے افراد کے لیے سرمایہ کا بندہ بن جانا بہت آسان ہوجاتا ہے۔ استعمار ہمارے معاشروں میں ایسے ہی افراد کی تشکیل کے لیے کوشاں ہے۔ اس سلسلہ میں استعمار کی پروردہ این جی اوز خاص کردار ادا کر رہی ہیں۔

☆ خاندانی نظام کو تباہ کرنے کا سب سے اہم ہتھیار حقوق نسواں کی تحریک ہے۔ عورتوں کو حرص و حسد کا بندہ بنائے بغیر اور انہیں گھر سے نکالے بغیر استعمار کے لیے ناممکن ہے کہ ہمارے معاشرے میں سرمایہ اور استعمار کی بالادستی قائم کر سکے۔ حقوق نسواں کی تمام تحریکیں ہمارے معاشرے اور ثقافت کو تباہ کرنے کی تحریکیں ہیں۔ حقوق نسواں کی تمام تحریکیں ہمارے معاشرے میں محبت' ایثار و وفا کو ختم کر کے حرص و حسد کو عام کرنے کی

تحریکیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ استعمار کی گماشتہ این جی اوز کو حقوق نسواں کی سب سے زیادہ فکر ہے۔ جنرل مشرف کی موجودہ حکومت اس معاملے میں استعمار کی کھلی حلیف ہے۔ اس نے آزادی نسواں کی حامی استعمار کی گماشتہ خواتین کو اپنی سیکورٹی کونسل اور کابینہ میں شامل کیا ہے اور پیش آمدہ بلدیاتی انتخابات میں کثیر تعداد میں خواتین کی نشستیں مخصوص کی ہیں۔ خواتین کو بازار و سیاست کی رونق بنا کر ہمارے معاشرے کی جڑیں کھوکھلی کی جا رہی ہیں اور ہمیں استعمار کے لیے نوالہ تر بنایا جا رہا ہے۔ عورتوں کو سرمایہ کا غلام بنانے کے لیے اہم ترین پروگرام فیملی پلاننگ اور عورتوں کی معاشرتی ترقی کے پروگرام ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ عورت ماں بننے سے انکار کر دے اور بازار میں عام اجناس کی طرح اس کی بولی لگائی جائے تاکہ سرمایہ داری پاکستانی معاشرے میں اپنے اثرات گہرے کر سکے۔

☆ دفاعی اور خارجہ پالیسی کے محاذ پر استعمار کی یہ کوشش ہے کہ پاکستان اپنا نیوکلیر پروگرام ترک کر دے۔ پاکستان کو ایٹمی صلاحیتوں سے پاک علاقہ (NUCLEAR FREE ZONE) بنا دیا جائے۔ دفاعی اخراجات میں ہر سال مسلسل کمی کی جائے۔ جنرل مشرف نے ہندوستان کے دفاعی بجٹ میں تیس فیصد اضافہ کے مقابلے میں پاکستانی بجٹ میں کٹوتی کی ہے۔ فنانشل ٹائمز کے نامہ نگاروں کے مطابق جنرل صاحب نے دفاعی بجٹ میں سے سات ارب روپیہ کاٹ کر اپنی غربت مٹاؤ مہم کے لیے مختص کر دیا ہے۔ یہ سب کچھ در اصل آئی ایم ایف اور عالمی بینک کے ایجنڈے کے عین مطابق ہے۔ جس کا مقصد ریاست و معاشرت کی ہیئت کو تبدیل کرنا ہے۔

☆ چونکہ امریکا علاقہ میں چینی بالادستی کو کم کرنے کے لیے بھارت کو مضبوط کرنا چاہتا ہے اس لیے استعمار پاکستان کی حکومت پر مسلسل دباؤ ڈال رہا ہے کہ وہ کشمیر کے جہاد سے دستبردار ہو جائے اور علاقہ میں بھارت کی بالادستی قبول کر لے۔

☆ اس طرح امریکا چاہتا ہے کہ پاکستان جہاد افغانستان اور کسی قسم کی جہادی سرگرمیوں کی اعانت میں ملوث نہ ہو۔ "دہشت گردی" (جہادی سرگرمیوں) کے خاتمے کے لیے امریکی کوششوں سے معاونت کرے۔ جہادی تحریکوں پر پابندی لگائی جائے' مساجد و مدارس سے جہاد کا درس ختم کر کے سرکاری اسلام کا پرچار کیا جائے جو امریکا کے لیے قابل قبول ہو۔

☆ پاکستان کو معاشی طور پر تباہ کرنے اور اسے استعمار کا باج گزار بنانے کے لیے اسے آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی معاشی پالیسیوں کو اپنانے پر مجبور کیا جا رہا ہے' اس معاشی پالیسی کے اہم نکات یہ ہیں کہ آزاد مارکیٹ اور آزاد تجارت کے اصولوں کو قبول کر لیا جائے۔ ملکی اثاثوں کو کوڑیوں کے دامن فروخت کر دیا جائے (اس کا نام پرائیویٹائزیشن ہے) معاشی پالیسی پر سے حکومت کا کنٹرول ختم کر دیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ عالمی بینک کی آزاد معیشت کی پالیسیاں کسی بھی ملک کی معیشت کی تباہی کا سامان ہیں۔ لاطینی امریکا اور افریقہ کے دسیوں ممالک میں ان پالیسیوں پر عمل کیا گیا اور اس کے ذریعہ پھلتی پھولتی معیشتوں کو تباہ کر دیا گیا۔ عالمی بینک کی ان پالیسیوں پر عمل کرتے رہنے کا واحد مطلب معاشی خودکشی کا ارتکاب ہوگا جس کا واحد نتیجہ پاکستانی معیشت اور پاکستانی ریاست کی تباہی کی صورت میں منتج ہوگا۔

☆ شہری قوتوں کو مرکزی ریاست کے مقابلے میں کھڑا کر کے مرکزی ریاست کو کمزور کرنا۔ خدمات کی فراہمی کے سارے نظام کو مرکزی حکومت سے لے کر مقامی شہری حکومتوں کو سونپ دینا۔

☆ ڈبلیو ٹی او کے قوانین قبول کر کے ملٹی نیشنل کمپنیوں کو یہ حق دینا کہ وہ اندرونی ذرائع وسائل خدمات (DOMESTIC SERVICES RESOURCES) کا بلا روک ٹوک استعمال کر سکیں۔

☆ ماحولیاتی قوانین کے نفاذ کے نام پر پانی' بجلی اور دوسری خدمات کا نظام ملٹی نیشنل کمپنیوں کے سپرد کر دیا جائے۔ مقامی حکومتیں سرمایہ داری اور استعمار کی آلہ کار بن جائیں۔

☆ لوگوں کو سرمایہ داری کا حلقہ بگوش بنانے کے لیے "غربت مکاؤ" پروگرام نما فلاحی ادارے بنائے جائیں۔

☆ گلوبلائزیشن اور لوکلائزیشن کے نام پر ریاست کی مرکزی شکست و ریخت کے اس سارے عمل کو ایک نئے آئین کے ذریعہ تحفظ فراہم کیا جائے جس کو بدلنے کا اختیار کسی کو حاصل نہ ہو۔

ہماری مرکزی ریاست کو کمزور کرنے کے یہ تازہ منصوبے کوئی نئے منصوبے نہیں ہیں۔ انیسویں صدی میں انگریز نے بالکل اسی طرز پر پہلے ہماری مرکزی ریاست کو کمزور اور بالآخر تباہ کیا تھا۔ انیسویں صدی کے نوابوں اور راجاؤں کی پالیسیوں اور جواڑوں کو مغل سلطنت کے مقابلے میں لا کھڑا کیا گیا تھا اور اس طرح انتظامی اختیارات مرکزی ریاست سے ان راجوڑوں اور ریاستوں کو منتقل ہونے لگے تھے۔ اسی طرح انگریز نے مرکزی ریاست کی اعلیٰ سیاست یعنی خارجہ پالیسی' دفاعی اور معاشی پالیسی کو اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ ان دونوں ذرائع سے اختیارات اصل میں انگریز کو ہی منتقل ہو رہے تھے۔ تاریخ شاہد ہے کہ مرکزی ریاست سے اختیار چھین کر نوابوں کو بااختیار بنانے کی حکمت عملی کے ذریعے اصل اختیارات ریاستوں کو منتقل نہیں ہوئے بلکہ استعمار کو منتقل ہوئے ہیں۔ اسی طرح آج پاکستانی ریاست سے اختیار چھین کر مقامی سطح پر منتقل کرنے سے مقامی حکومتیں مضبوط نہیں ہوں گی بلکہ یہ اختیارات اصل میں استعمار کو منتقل ہوں گے۔ جس کی بناء پر پاکستان کی ریاست استعمار کی مخالفت کرنے کے قابل نہیں رہے گی۔

ایک مضبوط پاکستان کیوں؟

ہم لوکلائزیشن اور گلوبلائزیشن کے نام پر پاکستانی ریاست کو تباہ کرنے کے ان استعماری منصوبوں کو یکسر طور پر رد کرتے ہیں۔ ہم پاکستان کو ایک

مضبوط جہادی اور اسلامی ریاست بنانا چاہتے ہیں

☆ جو جہاد افغانستان کی پشتیبان ہو

☆ کشمیر میں جہاد کی حمایت کرتی ہو

☆ استعمار کی ہر چال کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو

اس لیے کہ پاکستانی کوئی قوم نہیں ہے بلکہ پاکستانی ملت اسلامیہ کا ہراول دستہ ہے۔ پاکستان کو قومی ریاست بنانا اور پاکستانیوں کو قوم بنانا پاکستان کی تباہی کا سامان ہیں۔ گلوبلائزیشن' لوکلائزیشن' شہری حکومتوں کا قیام وغیرہ سیکولر ازم کا جدید مظہر ہیں جبکہ پاکستان اور سیکولر ازم دو متضاد عمل ہیں جن کے ملاپ کا کوئی جواز پیش نہیں کیا جا سکتا ہے۔ پاکستان کو ایک سیکولر قومی ریاست بنانے کی تمام کوششیں پاکستان کو تباہ کرنے اور استعمار کی طفیلی ریاست بنانے کا ذریعہ ہیں۔ اسرائیلی رہنما بن گوریان نے فلسطین کو نہیں' عربوں کو نہیں بلکہ پاکستان کو اسرائیل کا دشمن نمبر ایک قرار دیا تھا۔ استعمار کے دل میں جس طرح پاکستان کو کھٹکتا ہے کوئی اور ملک نہیں کھٹکتا۔ کیونکہ پاکستان یہود و ہنود کی راہ میں حائل ایک مضبوط چٹان ہے۔

پاکستانی ریاست کو تباہ کرنے کے ان استعماری عزائم کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک عوامی تحریک (جس کی رہنمائی متحدہ اسلامی قیادت کرے) جلد از جلد برپا کرنا نہایت ضروری ہے۔ اس قیادت کا معاشی لائحہ عمل ان اصولوں پر مشتمل ہو

☆ غیر ملکی قرضوں کی ادائیگی سے فوری انکار کر دیا جائے۔

☆ ایک جہادی معیشت کا قیام جس کی بنیادی حکمت عملی دفاعی پیداوار کے لیے مجموعی پیداوار میں اضافہ کو بنیاد کے طور پر استعمال کرنا ہو۔

☆ تمام مالی اداروں کو اسلامی و جہادی اصولوں کے ماتحت کرنا' آزاد زرعی پالیسی کا خاتمہ اور سرمایہ کی گردش پر کڑی نگرانی کا قیام۔

☆ غذائی اجناس کی پیداوار میں جلد از جلد خود کفالت

ریاستی لائحہ عمل

☆ بلدیاتی انتخابات کا متفقہ اور شرح صدر کے ساتھ بائیکاٹ ہو

☆ جمہوری اداروں اور جمہوری عمل سے برات کا اعلان ہو

☆ اسلامی انقلاب کی عوامی سطح پر پیش بندی اور پیش رفت ہو

سماجی لائحہ عمل

☆ مسجد و مدرسہ کو عوامی سطح پر فعال بنایا جائے

☆ مسجد کی تھانہ پر بالادستی کو قائم کیا جائے

☆ حکومتی عمل داری سے آزاد متفقہ دارالافتاء کا قیام

کالائحہ عمل" میں کی گئی ہے۔"

ضلعی حکومتیں، پاکستانی ریاست کے خلاف خطرناک سازش

----- ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری -----

اس مضمون میں تحریکات اسلامی کے کارکنان اور قائدین کی خدمت میں دو گزارشات پیش کی گئی ہیں

☆ تمام اسلامی جماعتیں متفقہ طور پر بلدیاتی انتخابات کا بائیکاٹ کریں۔

☆ تمام اسلامی جماعتیں لوکلائزیشن کے پروگرام کو اصولاً" رد کر کے مرکزی ریاست کو کمزور بنانے کی اس استعماری چال کو ناکام بنائیں۔

☆ تمام اسلامی جماعتیں نفاذ شریعت اور اعانت جہاد کے دو نکاتی پروگرام پر متفق ہو کر عوامی مہمات کے ذریعہ اہل دین کو متحرک اور منظم کریں۔

ہم کہاں کھڑے ہیں؟

۱۹۹۷ء میں جماعت اسلامی اور جمعیت علمائے پاکستان نے قومی اور صوبائی انتخابات کا بائیکاٹ کیا۔ وقت نے ثابت کر دیا کہ یہ ایک بالکل درست اور نہایت مفید فیصلہ تھا' اس کے تین بہت بڑے فائدے حاصل ہوئے

۱۔ اسلامی سیاسی قوتیں موجودہ مقتدر سیاسی قوتوں سے الگ ہو گئیں۔ آج جب ہم یہ بات کہتے ہیں کہ ہمارا موجودہ ظالم سیاسی اور معاشی نظام میں کوئی حصہ نہیں ہے تو اس بات کو جھٹلانا مشکل ہو جاتا ہے۔ انقلاب کی کامیابی کی ایک بنیادی شرط یہ ہے کہ نئی انقلابی قوتیں عوام کی نگاہ میں موجودہ نظام اقتدار میں ملوث نہ ہوں۔ صرف اسی صورت میں نئی انقلابی قوتوں سے امید کی جا سکتی ہے کہ وہ ایک نیا نظام اقتدار مرتب کرنے کی اہل ہیں۔ ایرانی انقلاب اور تحریک نفاذ نظام مصطفیٰ ﷺ میں یہی بنیادی فرق تھا کہ آیت اللہ خمینی کی ۱۹۶۳ء سے جاری جدوجہد کے نتیجے میں ایرانی علماء شاہ کے نظام سے تقریباً" یکسر کٹ گئے تھے۔ جب کہ پی این اے کی قیادت میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو مقتدر طبقے کا جزو لاینفک سمجھے جاتے تھے۔ ۱۹۹۷ء کے انتخابات کے بائیکاٹ کے فیصلے کے نتیجے میں آج ہم وہیں کھڑے ہیں جہاں تحریک اسلامی ایران ۱۹۷۰ء کے اوائل میں تھی۔ ۱۹۹۷ء کے بعد جماعت اسلامی پاکستان' جمعیت علمائے پاکستان' سپاہ صحابہؓ اور بہت سی دیوبندی تنظیموں نے ثابت کر دیا کہ اقتدار سے باہر رہ کر اسلامی قوتوں کو مجتمع کر کے حکومت پر موثر دباؤ ڈالا جا سکتا ہے۔ نیو کلیئر پروگرام' جہاد کشمیر اور افغان جہاد کا تحفظ اس ہی وجہ سے ممکن ہوا کہ اسلامی قوتیں ریاستی اقتدار سے باہر منظم تھیں اور اپنی طاقت متحرک کرنے کے لیے انہیں ریاستی ذرائع کی ضرورت نہیں تھی۔ اگر اسلامی قوتیں ریاستی اقتدار میں ملوث ہوتیں تو نہ (MASS ORGANIZATION) ممکن ہو سکتی اور نہ MASS MOBILIZATION

۔ ۱۹۹۷ء کے انتخابات کا بائیکاٹ کر کے ہم نے پہلی مرتبہ جماعتی سطح پر جمہوریت کی حقیقت کا ادراک حاصل کیا۔ ۱۹۲۰ء سے جب جمعیت علمائے ہند قائم ہوئی' برصغیر کی تمام اسلامی سیاسی جماعتوں نے (سوائے جماعت

اسلامی ہند) جمہوری عمل کو MASS MOBILIZAION کا موثر ترین ذریعہ تصور کیا ہے۔ ۱۹۹۷ء کے بعد یہ بات واضح ہوگئی کہ جمہوری عمل میں شمولیت کے ذریعہ رسوائی کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ جمہوری عمل کو رد کر کے ہی وسیع تنظیمی اور وسیع عوامی پذیرائی اسلامی بنیادوں پر ممکن ہو سکتی ہے۔ آج بہت سے علماء اور زعماء اس بات کے قائل ہیں اور سپاہ صحابہؓ اور تحریک احرار نے اصولاً" جمہوریت کو رد کیا ہے اور جمعیت علمائے اسلام میں بھی متعدد علماء جمہوری عمل کے مضر ہونے کا برملا اظہار فرماتے ہیں۔

استعمار اور اس کے پاکستانی حلیف اس بات سے خوفزدہ ہیں کہ اسلامی قوتیں متحد ہو کر انقلابی سیاسی راہ اختیار کر رہی ہیں۔ اسلامی جماعتوں پر زور ڈالا جا رہا ہے کہ وہ مرکزی حکومت میں شامل ہوں۔ معیشت کو کاغذی سطح پر اسلامیانے کی مذموم سازش میں دینی مدارس اور تبلیغی جماعتوں کو ملوث کیا گیا ہے۔ بلدیاتی انتخابات اور لوکلائزیشن کا ایک اہم عنصر یہ ہے کہ اسلامی جماعتوں کو جمہوری عمل میں دوبارہ ملوث کیا جائے۔ اگر استعماری اور سیکولر قوتیں اس میں کامیاب ہوگئیں تو اسلامی جماعتوں کو ان کی موجودہ پوزیشن سے اس مقام پر پھینک دیں گی جہاں اسلامی جماعتیں ۱۹۷۸ء میں ضیاء حکومت میں شمولیت کے وقت کھڑی تھیں۔ یہ ہماری ایک بڑی شکست ہوگی اور ہم عوامی حمایت کھو بیٹھیں گے اور عظیم وسعت پذیر تنظیمی کام اور عظیم عوامی پذیرائی کا کام مشکل سے مشکل تر ہو جائے گا۔

ڈیولوشن DEVOLUTION کیا ہے؟

پاکستانی ڈیولوشن منصوبہ' عالمی استعمار کے گلوبلائزیشن و لوکلائزیشن پروگرام کا حصہ ہے۔

لوکلائزیشن پروگرام کی حقیقت اور پاکستانی ریاست کو اس سے لاحق ہونے والے خطرات اس سلسلہ کے پہلے مضمون (ضلعی حکومتیں از علی محمد رضوی) میں بیان کیا گئے ہیں۔ یہاں جنرل مشرف کی ڈیولوشن اسکیم کی خصوصیات بیان کی جاتی ہیں

○ ریاستی اقتدار کو چار سطحوں پر تقسیم کیا جائے گا۔ وفاق' صوبہ' ڈسٹرکٹ اور یونین کونسل

○ رائے دہندگان کی عمر ۲۱ سال سے ۲۸ سال کر دی جائے گی۔

○ ہر ڈسٹرکٹ اسمبلی مالی طور پر خود مختار ہوگی اور اس کے پاس آمدنی حاصل کرنے کے اختیارات ہوں گے۔ ڈسٹرکٹ حکومت مالی طور پر خود کفیل بنائی جائے گی۔

○ ہر ڈسٹرکٹ اسمبلی میں دو غیر مسلم ممبر ہوں گے۔

○ ہر ڈسٹرکٹ اسمبلی اپنی علیحدہ مانیٹرنگ کمیٹی تشکیل دے گی تاکہ عوام حکومتی عوامل میں شامل کیے جا سکیں۔

○ ڈسٹرکٹ اسمبلی کے تحت مندرجہ ذیل شعبے ہوں گے

(۱) صحت (۲) تعلیم (۳) تجارت و صنعت (۴) قانون (۵) رابطہ (۶) زراعت (۷) مالیات (۸) بجٹ اور منصوبہ بندی (۹) ماحولیات (۱۰) جمہوری اداروں کا ارتقاء جمہوریت سازی (۱۱) اطلاعات

○ ڈسٹرکٹ حکومت ایک کاروباری ادارے کی طرح کام کرے گی' اس کے حاکم اجر کی حیثیت اختیار کر جائیں گے اور عوام کو خریدار سمجھا جائے گا۔

○ ہر وہ شخص ڈسٹرکٹ' تحصیل اور یونین کونسل کا ممبر منتخب ہو سکے گا جو ۱۔ ۲۵ سال سے زائد عمر کا ہو ۲۔ نادہندہ نہ ہو ۳۔ کنگال ہو ۴۔ مجرم یا سزا یافتہ نہ ہو

جیسا کہ امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد نے کہا ہے کہ یہ اسکیم خالصتاً" غیر ملکی مشیروں اور این جی اوز کی ترجیحات کی غماز ہے۔ استعمار کی خواہش ہے کہ عوام کی توجہ ملی اور نظریاتی مسائل سے ہٹ جائے اور اغراض کی سیاست پورے معاشرتی اور ریاستی نظام کو اپنی گرفت میں لے لے۔ یہ معاشرہ اور ریاست کو سیکولر بنانے کا نہایت کارگر طریقہ ہے۔ اس حکومتی نظام کے نفاذ کے نتیجے میں مقامی آبادیوں کو غرض کی بنیاد پر منظم اور متحرک کیا جائے گا۔ ہر شخص اور گروہ اپنے مادی مفادات کی جستجو کو اولیت دے گا اور پورا معاشرہ اور پورا سیاسی نظام سرمایہ دارانہ ذہنیت کو اپنا لے گا۔ حاکم آجر ہوں اور محکوم خریدار۔ ظاہر ہے کہ جہاں سیاست کو اس طریقہ سے بازاری بنا دیا جائے وہاں نظریاتی جماعتوں کا کوئی مستقبل نہیں ہو سکتا اور انہیں کوئی عوامی پذیرائی حاصل نہیں ہو سکتی۔

انڈونیشیا' ترکی اور ہندوستان کے دو صوبوں کرناٹک اور تامل ناڈو میں اس نوعیت کے بلدیاتی' سیاسی اور انتظامی نظام کا تجربہ کیا گیا ہے۔ ہر جگہ اس کا نتیجہ یہ رہا ہے کہ ملٹی نیشنل کمپنیوں' مغربی بینکوں اور عالمی سٹہ بازوں کی گرفت ان صوبوں اور شہروں پر نہایت مستحکم ہوگئی ہے۔ جکارتہ کا پورا شہری ترسیل آب کا نظام ایک امریکی یہودی کمپنی کے قبضہ میں ہے۔ کرناٹک کی صوبائی حکومت اپنے اخراجات کا ۳۰ فی صد عالمی سٹہ بازاروں (BOND MARKETS) میں اپنے میونسپل بانڈ بیچ کر پورے کرتی ہے۔ ترکی کے دو صوبے آئی ایم ایف سے اپنے PRGRAMMES STRUCTURAL ADJUSTMENT طے کر رہے ہیں جو مرکزی حکومت کی معاشی حکمت عملی سے اصولاً" متصادم ہیں۔

اسی نوعیت کی معاشی خود مختاری موجودہ پاکستانی ڈیولوشن پروگرام میں تجویز کی گئی ہے۔ اگر یہ نافذ ہوتی ہے تو ڈسٹرکٹ اسمبلی ASSEMBLIES DISTRICT کے اہل کاروں کا زیادہ وقت ملٹی نیشنل کمپنیوں اور مغربی بینکوں کی خوشامد کرتے گزرے گا" کیونکہ یہی ادارے وہ وسائل فراہم کر سکتے ہیں جو بلدیاتی اداروں اور ڈسٹرکٹ میونسپل کمیٹیوں کی ترقی کے لیے ضروری ہیں۔ اس نوعیت کی انتظامی تبدیلی کے بعد وفاقی اور صوبائی حکومتیں بتدریج وسائل کی فراہمی بھی کم کر دیں گی۔ ظاہر ہے کہ ان حالات میں این جی اوز کی قوت بے اندازہ طور پر بڑھ جائے گی۔

ڈیولوشن پاکستان توڑنے اور امریکا کی غلامی قبول کرنے کا پروگرام ہے' اس کے نتیجہ میں وفاق کمزور ہوگا کیونکہ دینی اور نظریاتی بنیادوں پر لوگوں کو منظم اور متحرک کرنے کے مواقع معدوم ہوں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ وفاق کے مالی مسائل بھی محدود ہوں گے اور وفاق کے اختیارات بھی کم کیے جائیں گے۔ ایک فعال اور جہادی خارجہ پالیسی کا تو ان حالات میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ حکومت کے پاس وہ وسائل ہی نہیں ہوں گے جن سے اعانت جہاد یا ریاست کا دفاع ممکن ہو۔ اسی کے ساتھ ساتھ وہ عوامی تائید سے بھی محروم ہو جائے گی جو جہادی خارجہ پالیسی کو جاری رکھنے کے لیے ضروری ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عوام تو اغراض کی سیاست کے مکمل اسیر ہو چکے ہوں گے اور اپنے نمائندوں پر مسلسل یہ زور ڈال رہے ہوں گے کہ ملٹی نیشنل اداروں اور مغربی بینکوں اور ساہو کاروں سے اپنے سودے کریں جن سے بلدیاتی مسائل حل ہوں اور علاقہ میں خوشحالی آئے۔

اگر اسلامی جماعتوں نے آنے والے بلدیاتی انتخابات میں حصہ لیا تو وہ اپنا دینی تشخص کھو بیٹھیں گی۔ وہ عالمی سرمایہ دارانہ نظام میں ملکی شمولیت کا اسلامی جواز فراہم کریں گی' ان کے کارکن حقوق اور اغراض کی سیاست کے آلہ کار بن جائیں گے۔ وہ عوام سے قربانیاں مانگنے کے قابل نہ رہیں گے۔ کیونکہ وہ تو خود غرضی' مطلب پرستی' حرص و حسد کو فروغ دینے والے بن جائیں گے۔ اسلامی کارکن دعویٰ کریں گے کہ ایم کیو ایم' مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی ہم سے زیادہ اس بات کے اہل نہیں کہ عوام کے حقوق کا تحفظ کریں اور ان جماعتوں کی بہ نسبت اسلامی جماعتیں ملٹی نیشنل کمپنیوں' مغربی بینکوں اور آئی ایم ایف کے ساتھ زیادہ بہتر سودے کر سکتے ہیں۔ یہ اسلام کو نفس پرستی کا ذریعہ بنانے کا عمل ہے۔ اگر ہم نے بلدیاتی انتخابات میں حصہ لیا تو ہم وہ تمام فوائد کھو دیں گے جو ہم نے ۱۹۹۷ء کے انتخابات کا بائیکاٹ کر کے حاصل کیے تھے۔ اسلامی تحریکات آج سے بیس سال پیچھے دھکیل دی جائیں گی۔

اسلامی جماعتیں کیا کر رہی ہیں؟

اس کی تفصیل یونس قادری کے مضمون غیر سیاسی دینی جماعتیں اور سیاسی جماعتوں والے مضمون میں پیش کی گئی ہے۔ اجمالاً" تین باتیں عرض ہیں۔

ا۔ وقت کی اہم ترین ضرورت اسلامی جماعتوں میں اتحاد ہے۔ یہ اتحاد ایک دو نکاتی پروگرام پر ہو۔ ایک یہ کہ فی الفور نفاذ شریعت اور دوسرا اعانت جہاد

۲۔ اس اتحاد میں اولاً" جمعیت علمائے پاکستان' جماعت اسلامی' جمعیت علمائے اسلام' تحریک احرار اور سپاہ صحابہؓ شامل ہوں۔ کوشش کی جائے کہ ایک سال کے اندر دیگر تمام اسلامی جماعتیں بھی اس اتحاد میں شریک ہوں۔

۳۔ سی ٹی بی ٹی پر کامیاب ریفرنڈم نے ثابت کر دیا ہے کہ عوام کی اسلامی عصبیت کو بروئے کار لانے کے لیے قومی مہمات نہایت کارگر ہو سکتی ہیں۔ ہمیں اگلی مہم غیر ملکی قرضوں کی تنسیخ کے لیے فی الفور شروع کر دینی چاہیے۔ یہ قرضہ دسمبر ۲۰۰۰ء میں ری شیڈول ہوگا۔ ہمیں ریاست پر زور ڈالنا چاہیے کہ وہ قرضوں کو ری شیڈول نہ کرے بلکہ ان کو REPUDATE (فسخ) کرے۔ اس طرح عالمی سرمایہ دارانہ گرفت کو کمزور کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ اتحاد اسلامی کو قیادت کی سطح تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ مساجد و مدارس کو بنیاد بنا کر محلہ کی سطح پر حلال رزق کی فراہمی کی اسکیمیں شروع کی جائیں۔ یہ اسی نوعیت کی ہوں جو دارالارقم ملائیشیا' حزب اللہ لبنان اور جماعت اسلامی ہند مختلف اسلامی خطوں میں چلا رہی ہیں۔ ان اسکیموں کی دو خصوصیات ہیں ا۔ یہ روحانی ارتقاء اور سیاسی جدوجہد سے محترم ہوتی ہیں۔ ۲۔ یہ سود اور سٹہ کے بازار کا بدل پیش کرتی ہیں۔ ان کا مقصد تحریکات کے کارکنوں کو مالی طور پر خود کفیل بنانا ہے۔ جو لوگ تحریکات میں باضابطہ شامل نہیں ہیں ان کو ان اسکیموں میں شامل نہیں کیا جاتا۔ یہ معاشرتی صف بندی کے کام کو روحانی تطہیر کے کام اور سیاسی جدوجہد کے کام سے مربوط کرتی ہیں اور معاشرتی کام کو سوشل ورک بننے سے روکتی ہے۔ اغراض کی بنیاد پر عوامی تحریک MASS MOBILIZATION کو رد کرنے کا یہ موثر ذریعہ ہے۔

تحریکات اسلامی کو معاشرتی سطح پر ایسے ادارے بنانے چاہئیں جو ریاستی اداروں پر بالادستی حاصل کر سکیں۔ جمہوری اداروں میں شامل ہو کر یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ ہمیں پورے شرح صدر کے ساتھ جمہوری اور دستوری عمل کو رد کر دینا ہے' کیونکہ جمہوریت اور دستوریت ہی انقلاب کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

اگر اسلامی جماعتوں نے بلدیاتی انتخابات میں حصہ لیا تو وہ یقیناً ناکام ہوں گی۔ اس کی دو وجوہات ہیں

ایک یہ کہ جو لوگ اغراض کی بنیاد پر متحرک ہوتے ہیں وہ دینی قوتوں کی طرف فطرتاً" توجہ نہیں کرتے اور نہ اپنی مرضی کو اولیت کی بنا پر اسلامی جماعتوں کی طرف رجوع مند ہو سکتے ہیں۔ مشرف کی ڈیولوشن کی اسکیم میں کوئی ایسی چیز نہیں جو عام قوم پرست' جاگیردار اور سرمایہ دار افراد کو نئے نظام سے شمولیت سے روکتی ہو۔ یہی لوگ اہل غرض کے فطری نمائندے ہیں اور ان ہی غرض مندوں کو بھاری تعداد میں منتخب کیا جائے گا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ برصغیر کی اسلامی جماعتیں حضرت قطب العالم امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ کے فیض کا تسلسل ہے۔ حضرت حاجی صاحب ہمارے متفق علیہ شیخ الطائفہ ہیں۔ آپؒ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ برصغیر کی تمام اسلامی جماعتیں محفوظ جماعتیں ہیں۔ یہ سیکولر نظام کو مستحکم کرنے کا ذریعہ نہیں بن سکتیں۔ حضرت شیخ امیر جہاد ۱۸۵۷ء تھے اور آپؒ نے بھی تحریک برپا فرمائی جو ۱۸۵۷ء سے ۱۹۳۰ء تک انگریز کی تمام دستوری اور

بقیہ صفحہ